کتب سماوی پر ایک نظر

(۵)

عہد جدید۔ (اناجیل وغیرہ)

از جناب ذوقی شاہ صاحب

انجیل مرقس اسکاٹ صاحب اپنی روشن تفسیر صفحہ ۲۳۹ و ۲۴۰ پر لکھتے ہیں کہ:۔

مرقس کا حال جس نے یہ کتاب لکھی بہت معلوم نہیں ہے۔ اکثر سمجھتے ہیں کہ وہ مسیح کے ستر شاگردوں میں سے تھا لیکن اس میں ایک شبہ یہ ہے کہ پطرس اُسے اپنا بیٹا کہتا ہے۔ (اول پطرس باب ۵ آیہ ۱۳) جس سے گمان پیدا ہوتا ہے کہ وہ پطرس کے وسیلہ سے ایماندار ہوا (یعنی عیسائی ہوا)۔ یہ بھی ٹھیک معلوم نہیں کہ کس وقت یہ صحیفہ لکھا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اُس کی تصنیف ۵۶ء؁ اور ۶۳ء؁ کے درمیان میں ہوئی سب متفق طور پر کہتے ہیں کہ شہر روم میں اس کی تصنیف ہوی۔"

دیگر عیسائی مصنفین کی تحریروں سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ مرقس کو عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت نصیب نہ ہوئی تھی بلکہ پطرس کے ہاتھ پر اس نے عیسائیت قبول کی اور جو تعلیم اُس نے پطرس سے حاصل کی اُسے رومی یعنی لاطینی زبان میں لکھکر شہر روم میں اُس نے اپنی انجیل کو تصنیف کیا۔ یہ لاطینی زبان والی اصلی انجیل مرقس گم ہے اور اس کا یونانی ترجمہ موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس لاطینی انجیل کے چند اجزاء وینس کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اور وہاں کے لوگ اُن اجزا کو اصلی خیال کرتے ہیں۔

اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ مرقس نے اپنی انجیل لکھکر اپنے اُستاد پطرس کو دکھلائی ہو اور [illegible]

نظر ثانی کی ہو کیونکہ سینٹ ارنیوس سنہ ۱۷۸ء میں لکھتے ہیں کہ "پطرس کے مرید اور مترجم مرقس نے بعد موت پطرس اور پلوس کے وہ چیزیں جو پطرس نے وعظ کی تھیں لکھ کر دیں" پھر یونانی ترجمہ میں غلطیوں کے ہونے کا بھی عیسائی مصنفین کو اعتراف ہے چنانچہ وارڈ صاحب اپنے اغلاط نامہ میں لکھتے ہیں کہ بقول جروم کے علمائے متقدمین کو اس انجیل کے آخری باب کی صحت میں شبہ تھا۔ مرقس باب ۲ آیہ ۲۶ میں جو لفظ ابیاتھر آیا ہے اُس کی بابت بھی وارڈ صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ :- "مسٹر جویل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ مرقس نے غلطی سے اخیملک کی جگہ ابیاتھر لکھا ہے اور متی نے غلطی سے ذکریاہ کی جگہ یرمیاہ لکھا ہے"۔

اس تصنیف کی تاریخ بھی مشکوک ہے۔ ہارن صاحب اپنی تفسیر کی جلد ۴ حصہ ۲ باب ۲ میں لکھتے ہیں کہ

"انجیلوں کی تالیف کے متعلق جو احوال ہمکو قدیم مومنین کلیسا سے ملے ہیں وہ ایسے غیر معین اور ابتر ہیں کہ کسی ایک امر معین کی جانب نہیں پہنچاتے اور پرانے پرانے قدمانے اپنے وقت کی گپنوں کو سچ سمجھکر لکھدیا اور ان لوگوں نے جو بعد ان کے ہوئے ادب کر کے اُن کے لکھے ہوئے کو قبول کرلیا اور یہ روایتیں جھوٹی سچی ایک لکھنے والے سے دوسرے لکھنے والے تک پہنچیں اور بعد گذرنے مدت دراز کے تنقید ان کی متعذر ہوگئی"

چنانچہ اسی جلد میں ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ پہلی انجیل سنہ ۳۷ء یا سنہ ۳۸ء یا سنہ ۴۱ء یا سنہ ۴۳ء یا سنہ ۴۸ء یا سنہ ۶۱ء یا سنہ ۶۲ء یا سنہ ۶۳ء یا سنہ ۶۴ء عیسوی میں تالیف ہوئی اور دوسری انجیل سنہ ۵۶ء سے ۶۵ء تک غالباً سنہ ۶۰ یا ۶۳ء میں اور تیسری انجیل سنہ ۵۳ء یا سنہ ۶۳ء یا سنہ ۶۴ء میں اور چوتھی انجیل سنہ ۶۸ء یا سنہ ۶۹ء یا سنہ ۷۰ء یا سنہ ۹۸ء عیسوی میں۔

مسٹر فلپ ڈوین اپنی کتاب "دی چرچیز اینڈ ماڈرن تھاٹ" (یعنی کنیسا اور خیالات جدید) کے صفحہ ۹۸ و ۹۹ پر لکھتے ہیں کہ -

ڈاکٹر ڈابن سن کو اقرار ہے کہ انجیلیں ادامشکوک تھیں لیکن ان کا خیال ہے کہ دوسری صدی کی یہ روایت کہ انجیل دوم کا مصنف سینٹ مارک (مرقس) ہے معتبر ہے

اور یہ کہ مارک پطرس حواری کا ترجمان تھا اور اپنی انجیل کو حواری مذکور کی روایت سے اس نے روما میں تحریر کیا ہے۔ بہت خوب۔ ہم اس نتیجہ کو تسلیم کرتے ہیں یعنی یوں سمجھو کہ ایک انجیل کی روایت ایسے راوی سے ہے جو چشم دید روایت بیان کرتا ہے لیکن اس راوی کو صرف ایک سال (اور بقول رجعت پسند ناقدین تین سال) صحبت مسیح حاصل ہوئی۔ یہ حواری ناخواندہ تھا تیس یا چالیس سال کے بعد وہ روایت کرتا ہے جس کو دوسرا شخص (مرقس) غیر زبان میں تحریر کرتا ہے، اور پھر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کا ترجمہ کہاں تک اصل کے مطابق ہوا ہے۔ علاوہ اس کے ڈاکٹر ابن سن اپنے ابواب "وعظ کبیر اور غیر مرقسی دستاویز" میں مرقس کے انجیل کی اہم فروگذاشتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ × × × × × × یہ اہم فروگذاشتیں کیا ہیں؟ کیا ہم ان کو معمولی سمجھیں؟۔ ہم کو خود ان کا تھوڑا سا انتخاب کرکے فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس انجیل میں حضرت عیسیٰ کی بطور اعجاز پیدائش کا نہ کچھ ذکر ہے اور نہ آپ کے عہد طفولیت کے حالات جو کہ سابقہ پیشنگوئی کی تصدیق میں ہوں۔ اسیطرح پہاڑی والے مشہور وعظ کا بھی کچھ ذکر نہیں۔ دوبارہ زندہ ہوجانے کا قصہ صرف چند سطروں میں مذکور ہے اور آسمان پر تشریف لے جانا صرف ایک سطر میں۔ بدقسمتی سے یہی وہ سطریں ہیں جو بالاتفاق الحاقی مانی جاتی ہیں کیونکہ انجیل مرقس کا حقیقت میں باب ۱۶ آیۃ ۸ پر خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے نہ حلول نہ بعثت ثانی نہ صعود کسی مسئلہ کا بھی وہاں ذکر نہیں۔ زبانی روایات، گم شدہ دستاویزیں، اور نامعلوم کاتب بس یہی وہ ذریعے رہ گئے جن سے ہمکو ان تفصیلی حالات کا علم ہوتا ہے جو ہمارے مذہب کی روح رواں ہیں کیا اس سے بڑھکر اور بھی کوئی ناقابل اطمینان امر ہے جس نے سچی صداقت۔

اور انجیل کی حقانیت پر شبہ عائد ہوتا ہو؟

انجیل لوقا لوقا انطاکیہ کا رہنے والا ایک طبیب تھا اور عیسائی مصنفین کا اتفاق ہے کہ وہ غیر اقوام میں سے تھا۔ اس سے دو کتابیں منسوب ہیں۔ ایک انجیل لوقا دوسری رسولوں کے اعمال۔ بقول مصنف مفتاح الکتاب لوقا نے انجیل ۶۳ء کے قریب اور اعمال ۶۴ء کے قریب لکھی۔

بعض مسیحی علماء کا گمان ہے کہ لوقا عیسیٰ علیہ السلام کے ستر شاگردوں میں سے تھا مگر خود لوقا ہی کی انجیل سے اس گمان کی تردید ہوتی ہے۔ اول تو ان ستر (۷۰) شاگردوں کا ذکر ہی سوا انجیل لوقا کے کسی اور انجیل میں مذکور نہیں نہ ان کے نام کسی کو معلوم ہیں حالانکہ اتنی بڑی بات کا ذکر اور انجیلوں میں بھی ہونا چاہیے تھا جیسا کہ (۱۲) بارہ حواریوں کے احوال سے تمام انجیلیں بھری پڑی ہیں۔ دوسرے یہ کہ لوقا نے خود ہی اپنی انجیل کی تمہید میں لکھا ہے کہ جنہوں نے مسیح کو دیکھا تھا اور مسیح کی خدمت کی تھی اُن سے پوچھکر میں لکھتا ہوں اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ لوقا نے مسیح کو نہیں دیکھا۔ دوسرے یہ کہ اس نے جو کچھ لکھا وہ الہام سے نہیں لکھا بلکہ لوگوں سے پوچھکر لکھا۔

اکثر عیسائی علماء بھی لوقا کو پولوس کا شاگرد اور ترجمان قرار دیتے ہیں اور پولوس کی نسبت یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے مسیح کی صورت بھی دور سے دیکھی ہو چہ جائے کہ مسیح کی خدمت اور شاگردی کی ہو۔ اردو تاریخ کلیسا مطبوعہ ۱۸۷۸ء کے صفحہ ۴۴ پر ہے کہ:۔

"جب پولوس شہر ترواس میں گیا جو بحر روم کے ساحل پر واقع ہے تو یہاں اس سے اور لوقا سے ملاقات ہوئی اور اس وقت سے برابر لوقا پولوس کے ساتھ رہا"

پھر اسی صفحہ کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل عبارت بھی درج ہے کہ:۔

"یہ اس کی عبارت سے ظاہر ہے کیونکہ وہ اس کے بعد اعمال الرسل کے آخر تک صیغہ جمع استعمال میں لاتا ہے۔ لوقا کی انجیل اور اعمال الرسل دونوں اسی کی تصنیف ہیں"

اس سلسلہ میں مغالطہ میں ڈالنے والی ایک اور بات بھی پیدا ہوئی ہے۔ پادری واٹش صاحب کے زیر اہتمام ۱۸۶۶ء میں مشن پریس آلہ آباد سے ایک کتاب "قربت الٰہی" کے نام سے شائع ہوئی تھی اس کے صفحہ ۹۵ پر واقعات درج ہیں کہ آتش پرستوں کے مذہب کی تائید میں ایک کتاب قسطاکے نام سے موسوم ہے جس کا مصنف بھی ایک ایسا شخص ہے جس کا نام لوقا ہے۔ یہ لوقا بھی غیر یہودی تھا اور طبیب تھا صاحب تصنیف بھی تھا اور شہرہ آفاق بھی اور اسکا بھی زمانہ عروج مسیح کے بعد تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جسمیں لوگ اپنی طرف سے کتابیں لکھکر مشہور و معروف لوگوں کے نام سے موسوم کر دیا کرتے تھے۔

انجیل لوقا کے باب ۳ میں مسیح کا جو نسب نامہ درج ہے وہ اس سے مختلف ہے جو انجیل متی میں دیا گیا ہے اور اس میں چند صریح غلطیاں بھی ہیں جن کی تفصیل کو طوالت کے خیال سے سردست نظر انداز کیا جاتا ہے بعض عیسائی علماء نے ان دونوں نسب ناموں میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے اور بڑی کھینچ تان سے کام لیا ہے مگر جان کالون اپنی تفسیر میں ان تمام بناوٹ کی باتوں کی تردید کرتا ہے۔

انجیل یوحنّا بقول بعض عیسائی مصنفین کے یوحنا کی انجیل سب سے زیادہ معتبر ہے اگرچہ زمانہ تصنیف کے لحاظ سے سب سے زیادہ موخر ہے مکاشفات یوحنا اور انجیل یوحنا دونوں ایک ہی مصنف کی تصنیف بیان کی جاتی ہیں۔ مکاشفات کی تاریخ تصنیف مختلف طور پر ۹۵ء، ۹۶ء اور ۹۷ء اور انجیل یوحنا کی تاریخ ۹۷ء سے ۱۰۰ء تک بیان کی گئی ہے مگر بعض عیسائی مصنفین ہی نے یہ شبہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ دونوں کتابیں اپنے انداز بیان سے ایک مصنف کی لکھی ہوئی نہیں معلوم ہوتیں۔ مکاشفات میں یوحنا نے جابجا اپنی جانب کہیں "میں" کہیں "مجھ یوحنا نے" سے اشارہ کیا ہے لیکن یوحنا کی انجیل میں عبارت کا ڈھنگ ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ انجیل یوحنا کی لکھی ہوئی ہے۔ یوحنا باب ۱۹ آیہ ۲۶ میں ہے کہ "یسوع نے اپنی ماں کو اور اس شاگرد کو جسے وہ پیار کرتا تھا"...۔ اور باب ۲۰ آیہ ۲ میں ہے کہ "تب وہ شمعون پطرس اور اس دوسرے شاگرد کے پاس جسے یسوع پیار کرتا تھا..." پھر اسی باب کی آیہ ۳ لیا

ہے کہ: "پھر پطرس اور وہ دوسرا شاگرد نکلے اور قبر کی طرف گئے"۔ باب ۲۱ کی آیات ۲۰ و ۲۳ میں بھی اسی طرح "اس شاگرد" اور "وہ شاگرد" کے الفاظ آئے ہیں۔ بعض عیسائی گمان کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا اقتباسات میں "اس شاگرد" سے یوحنا اپنی جانب اشارہ کرتا ہے مگر ٹامس اسکاٹ اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۱۲ پر اس گمان کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اسی شاگرد (بصیغۂ غائب) کے سلسلہ میں ایک اور اقتباس بھی ہے جو اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ انجیل یوحنا کے اختتام پر باب ۲۱ آیہ ۲۴ میں ہے کہ: "یہ وہ شاگرد ہے جس نے ان کاموں کی گواہی دی اور ان باتوں کو لکھا اور ہم کو یقین ہے کہ اس کی گواہی سچ ہے"۔ ظاہر ہے کہ کوئی مصنف اپنی شان میں اس قسم کا فقرہ نہیں لکھ سکتا۔ پھر یہ بات کہ جس نے ان کاموں کی گواہی دی اور ان باتوں کو لکھا اس کی اور اس کی شہادت کی صداقت کا ہمکو یقین ہے صاف دلالت کرتی ہے کہ کتاب کا لکھنے والا کوئی اور شخص ہے اور اس کی صداقت پر یقین کرنے والا کوئی دوسرا شخص ہے۔ کاتب بصیغۂ غائب بھی لامعلوم اور کاتب کی صداقت پر گواہی دینے والا بصیغۂ حاضر بھی لامعلوم۔ نہ کاتب سے کوئی واقف نہ یقین کرنے والے گواہ سے کوئی باخبر۔ صرف ظنیات ہیں اور اناجیل موجودہ، اور وہ شکوک بلکہ بے اعتقادی، جن سے بعض تعلیمیافتہ اور سمجھدار عیسائی تک محفوظ نہیں۔

برشنیڈر عیسائیوں میں ایک بڑا محقق گذرا ہے۔ اس کا قول ہے کہ یہ انجیل اور دیگر نامے یوحنا کی تصنیف نہیں بلکہ انہیں کسی عیسائی نے دوسری صدی کے شروع میں یوحنا کے نام سے لکھدیا۔ دوسری صدی عیسوی میں عیسائیوں کا ایک فرقہ الوجین کے نام سے مشہور تھا۔ اس فرقہ کے لوگوں کا بھی اس انجیل کے متعلق یہی عقیدہ تھا۔ اسٹاڈلن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ بلاشک مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے اس انجیل کو تصنیف کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب دوسری صدی میں لوگوں نے اس انجیل سے انکار کیا تو اس کے جواب میں ارنیوس نے کہیں نہیں کہا کہ پولی کارپ سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی تصنیف ہے حالانکہ ارنیوس شاگرد تھا پولی کارپ کا اور پولی کارپ مرید تھا یوحنا حواری کا

اور ارنیوس نے ذرا اور اسی بات پولی کارپ سے بار بار سنی۔ اگر یہ انجیل یوحنا کی ہوتی تو منکرین کے مقابلہ میں ارنیوس ضرور پولی کارپ کی سند پیش کرتا اور اس انجیل کی حقانیت کو آشکارا کرتا۔ گروٹیس بھی عیسائیوں میں ایک زبردست عالم و محقق گذرا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اس انجیل کا اکیسواں باب الحاقی ہے جسے یوحنا کی موت کے بعد افسس کے کلیسا نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔

مندرجۂ بالا خیالات وہ ہیں جو عیسائی مصنفین ہی کے قلم سے ظاہر ہوئے ہیں۔ مسلمانوں نے انجیل کا احترام ہمیشہ اہل کتاب سے زاید کیا۔ وہ اس ساری انجیل کو از اول تا بہ آخر جعلی اور الحاقی قرار نہیں دیتے ہیں بلکہ وہ اس کے بعض مضامین کو قرآن کے مطابق پاتے ہیں اور اس میں کی بعض پیشینگوئیوں کو سچا سمجھتے گو ان کے مفہوم میں انھیں عیسائیوں سے اختلاف ہو۔

اعمال مثل انجیل لوقا کے "رسولوں کے اعمال" کو بھی لوقا سے منسوب کیا گیا ہے لیکن اس کتاب میں صرف پطرس اور پولوس کے تاریخی حالات درج ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخی واقعات کی قلمبندی کو الہام سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ جو واقعات کہ قلمبند کئے گئے ہیں وہ صرف ذاتی معلومات کی بنا پر ہیں نہ کہ الہام کے تحت ہیں اور ایسی کتاب کا بائیبل میں شامل کیا جانا تعجب انگیز ہے۔ علاوہ ازیں عیسائیوں ہی میں سے فرقہ والن ٹی نینس اور مارسیونٹی اور سویرینس و نیز چند دیگر فرقوں نے بھی اس کتاب کے معتبر ہونے سے انکار کیا ہے۔

پولوس کے خطوط کتاب اعمال کے بعد مجموعہ کتب عہد جدید میں پولوس کے (۱۴) خطوط درج کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک خط جو عبرانیوں کے نام ہے عام طور پر مشکوک ٹھیر گیا ہے۔ کتاب "سوال و جواب" مترجمہ پادری یونس سنگھ اور پادری والش صاحب میں سوال ۱۵۱ کے جواب میں عبرانیوں کے خط کے متعلق یوں لکھا ہے کہ اس کی بابت لوگوں میں بڑا اختلاف ہے۔ "بہتیرے اسے پلوس سے نسبت دیتے ہیں اور بہت سے عالی سند نکتہ دان اس بات کو اعتماد کے ساتھ رد کرتے ہیں۔ پر اس کے راقم کا تصفیہ نہیں کر سکتے"۔ پھر

اسی کتاب میں آگے چل کر لکھا ہے کہ "وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا طرز پلوس کے طرز کے مانند نہیں، اکثر مقامات میں اس کے طرز سے اختلاف پڑتا ہے۔ جو لوگ کہ یونانی کا بخوبی علم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس خط کی یونانی پلوس کی یونانی سے مشابہ نہیں ہے" یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اس خط میں راقم کے نام کا کہیں ذکر نہیں۔ تاریخ یوسی بیس کی چھٹی کتاب کے باب ۲۵ میں اُرجن کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ: "جو احوال قبل ہمارے زبان زد رہا ہے یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ کلیمنٹ نے جو روم کا بشپ تھا نامہ عبرانیوں کو تصنیف کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ لوقا کا ترجمہ کیا ہوا ہے"۔ ارینیس بشپ لینس (تخمیناً ۱۸۰ء) اور ہپ پولیتس (۲۲۰ء) اور نووی شن پریسبیٹر روم (تخمیناً ۲۵۱ء) نے اس نامہ سے بالکل انکار کیا ہے۔ ٹرٹلین جو ۲۰۰ء کے قریب کارتھیج کا پریسبیٹر تھا عبرانیوں کے نامہ کو نامہ برنباہ بتلاتا ہے۔ کیس جو ۲۱۲ء کے قریب روم کا پریسبیٹر تھا پولوس کے صرف تیرہ (۱۳) نامے گنتا ہے اور نامہ عبرانیوں کو شمار میں نہیں لاتا۔ سائی پرن جو ۲۴۸ء میں کارتھیج کا بشپ گذرا ہے اپنی تحریروں میں اس نامہ کا سرے سے حوالہ ہی نہیں دیتا۔

مندرجہ بالا بحث پولوس کے صرف ایک خط کے متعلق تھی مگر ان کے تمام خطوط عیسائی مصنفین کے ہی ہاتھ سے مجروح ہو چکے ہیں۔ پادری فاکس صاحب اپنی تفسیر اعمال مطبوعہ الہ آباد ۱۸۶۶ء کے مقدمہ کتاب کے صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں کہ کتاب اعمال میں باب ۱۳ سے لیکر باب ۲۸ تک پولوس کے تمام واقعات و حالات و اعمال کا ذکر ہے مگر پولوس کے ان خطوط کا کہیں ذکر نہیں۔ یوسی بیس اپنی تاریخ کی چھٹی کتاب کے باب ۲۵ میں اُرجن کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ "پولوس نے تمام گرجوں کو کچھ لکھ کر نہیں بھیجا مگر بعض کو جو لکھا تو بھی دو چار سطر عبارت"۔ لارڈنر صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۷ء جلد ۲ صفحہ ۳۸۳ پر ارجن کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ فرقہ ابیونی کے دونوں گروہوں نے پولوس کے نامجات کو رد کیا تھا اور پولوس کو دانا اور نیک آدمی نہیں سمجھتے تھے۔ یوسی بیس بھی اس قول کی تائید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ابیونیوں کے نزدیک پولوس

توریت سے منحرف تھا۔

افسیون کے نام پہلا خط جس کا حوالہ افسیون کے باب ۳ آیہ ۳ و ۴ میں موجود ہے مجموعہ کتب عہد جدید میں شامل نہیں تعجب ہے کہ پولوس کے جو خطوط انجیل میں شامل ہیں اُن کا تو کہیں سے کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچا لیکن جن خطوط کا ثبوت انجیل مروجہ میں ملتا بھی ہے اُن کا کہیں پتا نہیں۔

اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ خطوط پولوس ہی کے لکھے ہوئے ہیں تو اِن خطوط کے الہامی ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اول قرنتیوں کے باب ۷ آیہ ۱۲ میں پولوس لکھتا ہے کہ :۔

"پر باقیوں کو خداوند نہیں میں کہتا ہوں ....."

جس سے صاف ظاہر ہے کہ پولوس اپنی طرف سے لکھ رہا ہے اور جو کچھ لکھ رہا ہے وہ اپنی رائے سے لکھ رہا ہے نہ کہ الہام سے کیونکہ اگر الہام سے لکھتا تو وہ لکھا ہوا خداوند کی طرف سے ہوتا۔ اسی طرح اسی باب کی آیہ ۲۵ میں وہ لکھتا ہے کہ :۔

"پر کنواریوں کے حق میں خداوند کا کوئی حکم مجھ پاس نہیں لیکن جیسا دیانتدار ہونے کے لئے مجھ پر خداوند کی طرف سے رحم ہوا ویسا ہی میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں۔"

دوم قرنتیوں کے باب ۸ آیہ ۸ میں پولوس لکھتا ہے کہ :۔

"میں کچھ حکم کے طور پر نہیں بلکہ اوروں کی سرگرمی کے سبب اور تمہاری محبت کی حقیقت آزمانے کے لئے یہ کہتا ہوں۔"

اس نوع کی عبارت کو الہام ربانی سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ اگر انجیل مروجہ کو خدا کی کتاب یا عیسیٰ مسیح کی کتاب قرار دیا جاتا ہے تو پولوس کی ذاتی تحریروں کی اُس میں شمولیت کیونکر جائز ہو سکتی ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ یہ تحریریں بھی ہر اعتبار سے مشکوک ہوں اور پولوس ان بارہ تخت نشینوں میں سے بھی نہ ہو جن کی نشان دہی مسیح نے کی اور جنہیں تخت نشینی کی بشارت دی گئی جیسا کہ متی باب ۱۹ آیہ ۲۸ میں ذکر آیا ہے

یعقوب کا خط فرقہ پراٹسٹنٹ کے پیشوا مارٹن لوتھر نامہ یعقوب کے متعلق یہ رائے رکھتے تھے کہ "یہ گھاس پھوس ہے" یعنی نہایت بے قدر اور ناقابل اعتبار۔ وارڈ صاحب اپنی کتاب "اغلاط نامہ" کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"پومرن جو کہ شاگرد رشید لوتھر اور علماء کبار فرقہ پراٹسٹنٹ سے ہے لکھتا ہے کہ یعقوب اپنے نامہ کو واہیات میں تمام کرتا ہے اور حوالہ کتابوں کا ایسا مختلف دیتا ہے کہ جس میں روح القدس نہیں رہ سکتا اس لئے وہ نامہ الہامی کتابوں میں نہ گنا جائے"۔

یعقوب باب ۵ آیہ ۱۴ میں ہے کہ:۔

"اگر کوئی تم میں بیمار پڑے تو کلیسے کے بزرگوں کو پاس بلائے اور وے خداوند کے نام سے اُس پر تیل ڈھال کے اس کے لئے دعا مانگیں"۔

مندرجہ بالا حکم کے متعلق مارٹن لوتھر لکھتے ہیں کہ:۔

"گو یہ نامہ یعقوب کا ہو مگر میں جواب دیتا ہوں کہ حواری کو نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف سے سکرمنٹ (یعنی حکم شرعی) بنا دے۔ یہ منصب صرف عیسی (علیہ السلام) کا تھا"۔

یہ وہی یعقوب ہیں جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے پولوس کو خادم دین بنایا اور یہی وہ ترکیبیں ہیں جن سے پولوسیوں کو جرات ہوئی کہ وہ اپنی رائے سے ترمیم و تنسیخ عمل میں لا کر شریعت کی اصلی صورت کو تبدیل کر ڈالیں۔ اس اجمال کی تفصیل دوسرے موقعہ پر انشاء اللہ آئے گی۔

پطرس کے دو خطوط اس کے بعد پطرس کے دو خطوط مجموعہ میں شامل ہیں۔ پطرس کا شمار عیسی علیہ السلام کے حواریوں میں ہے مگر تعجب ہے کہ بعض عیسائی مصنفین نے ان پر بھی بہت کچھ لے دے کی ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ عیسائی تحریریں ان کے متعلق کیا کہتی ہیں۔ یہ وہی پطرس ہیں جنھیں مخاطب کر کے مسیح نے

ایک مرتبہ کہا تھا کہ :- "اے کم اعتقاد تو کیوں شک لایا" (متی۔ باب ۱۴۔ آیہ ۳۱) دوسرے موقعہ پر مسیح نے انہیں شیطان کہا متی باب ۱۶ آیہ ۲۳ میں ہے کہ :- "پر اُس نے (یعنی مسیح نے) پھر کے پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تو خدائی باتوں کا نہیں بلکہ انسان کی باتوں کا خیال رکھتا ہے"۔ بالآخر جب کہ مسیح کے مصلوب ہونیکا وقت قریب آیا تو مسیح نے پیشین گوئی کی کہ اسی رات مرغ کے بانگ دینے سے پہلے پطرس تین مرتبہ مسیح کا انکار کریگا چنانچہ یہ پیشینگوئی پوری ہوئی (دیکھو متی باب ۲۶۔ آیہ ۳۴ اور آیہ ۶۹ تا ۷۵)۔ مسٹر پولک پطرس پر غلطی اور انجیل کے متعلق جہالت کا الزام لگاتے ہیں۔ برنس جو کہ بقول جویل صاحب کے ایک فاضل اجل عیسائی تھا کہتا ہے کہ حواریوں کے سردار پطرس نے اور برنباس نے بھی بعد نزول روح القدس کے غلطیاں کیں۔ جان کالوت کا قول ہے کہ پطرس نے کلیسا میں بدعات پھیلائیں اور عیسائیوں کی آزادی کو خطرہ میں ڈالا اور توفیق طاعت کو ان سے چھین لیا۔ اس بارہ میں وہ پطرس اور برنباہ کو بہت ملامت کرتا ہے۔ وائی تیکر جو فرقہ پراٹسٹنٹ میں ایک زبردست عالم گذرا ہے کہتا ہے کہ :- بعد عروج مسیح اور نزول روح القدس کے سارے کلیسہ نے غلطی کی ہے۔ نہ صرف عوام بلکہ خواص نے بھی۔ بلکہ حواریوں نے بھی جو غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی جانب دعوت دی اور پطرس نے اور بھی غلطی رسوم میں کی اور یہ بڑی غلطیاں حواریوں سے بعد نزول روح القدس کے ہوئیں"۔ گلتیوں کے باب ۲ آیہ ۱۱ تا ۱۴ ایں پولوس کا قول درج ہے کہ :- "پر جب پطرس انطاکیہ میں آیا تو میں نے روبرو اس سے مقابلہ کیا اس لئے کہ وہ ملامت کے لائق تھا کیونکہ وہ پیشتر اس سے کہ کئی شخص یعقوب کی طرف سے آئے غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا پر جب وے آئے تو مختونوں سے ڈر کر پیچھے ہٹا اور الگ ہو گیا۔ اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ دورنگی کی یہاں تک کہ برنباس بھی دب کر اُن کی ریا میں شریک ہوا"۔ تعجب ہے کہ جس پطرس پر ان غلطیوں اور ریاکاریوں کا الزام لگایا گیا ہے اسی پطرس کے دو خطوط کو الہامی نوشتوں میں شامل کر کے کتب مقدسہ عہد جدید میں جگہ دیجاتی ہے اور ایسی تحریروں کو انجیل مروجہ کے اجزا ترکیبی کا

مرتبہ دیا جاتا ہے۔

یوحنا کے خطوط و مکاشفات اس کے بعد یوحنا کے تین خطوط مجموعہ میں درج ہیں اور سب سے آخر میں مکاشفات۔ پہلے خط کی بابت مفتاح الکتاب کے صفحہ ۲۰۰ پر لکھا ہے کہ :- "اگرچہ اس خط کے شروع یا آخر میں یوحنا کا نام نہیں ہے مگر ہر زمانہ کے لوگ اسی رسول کو اس خط کا راقم کہتے آئے ہیں"۔ مگر یہ کچھ نہیں لکھا کہ یہ خیال کن واقعات پر مبنی ہے۔ صرف انداز عبارت اور مضامین خط سے اِن امور میں غاطر خواہ رہنمائی نہیں ہو سکتی۔ دوسرے خط کی بابت مفتاح الکتاب میں لکھا ہے کہ :- "جس برگزیدہ بی بی کو یہ لکھا گیا وہ بظاہر ایک عزت دار عیسائی بیوہ تھی جو کلیسوں میں مشہور تھی لیکن اس کی تحقیق خبر نہیں کہ وہ کہاں کی رہنے والی تھی۔ شاید اس کا ٹھکانا شہر افسس کے قرب وجوار میں تھا۔ اگرچہ اس خط میں راقم کا نام نہیں پایا جاتا تو بھی صریح ہے کہ یوحنا ہی نے یہ ۶۹ء کے قریب لکھا"۔ تعجب ہے کہ جس خط میں نہ کاتب کا نام درج ہے، نہ مکتوب الیہا کا، نہ تاریخ تصنیف، اُس خط کی مکتوب الیہا کی سکونت کا مقام اور اس خط کی تصنیف کا سنہ مصنف مفتاح الکتاب کو کس ذریعہ سے معلوم ہوا بالخصوص جبکہ عیسائی مصنفین میں اس بارہ میں اختلاف ہو۔ پادری یونس سنگھ اور پادری واش نے اپنی کتاب سوال وجواب میں سوال ۱۹۱ کے جواب میں یوحنا کے اس دوسرے خط کی بابت لکھا ہے کہ :- "بعضے گمان کرتے ہیں کہ یہ برگزیدہ بی بی یروشلم کی کلیسہ کا لقب تھا پر لوگ بالاتفاق اس بات پر قوی نہیں ہیں اور اس کی نسبت عام خیال یہ ہے کہ وہ ایک عورت تھی جو اپنی دینداری کے باعث مشہور تھی"۔

ڈاکٹر ملن کا قول ہے کہ سُریا کا کلیسہ پطرس کے دوسرے خط اور یوحنا کے دوسرے اور تیسرے خطوط اور یہوداہ کے خطوط اور یوحنا کے مکاشفات کو تسلیم نہ کرتا تھا۔ کونسل لوڈیا (۳۶۴ء) نے بھی کتاب مکاشفات کو معتبر نہیں قرار دیا۔ جرُوم کے عہد میں بھی بعض کلیساؤں نے اس کتاب کو نہیں مانا۔ یوسی بس اپنی تاریخ کی کتاب ۷، باب ۲۵ میں لکھتا ہے کہ بعض نے کتاب شاہدات کو علیحدہ کر دیا ہے اور اس کے رد میں کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ یہ سب کچھ بے معنی ہے اور جہالت کا بہت بڑا حجاب ہے اور یوحنا کی طرف

اس کی نسبت بالکل غلط ہے کیونکہ اس کا مصنف نہ کوئی حواری ہے نہ کوئی پاک شخص ہے۔ نہ کوئی عیسائی ہے بلکہ ایک ملحد سرن تہس ہے جس نے اپنی تصنیف یوحنا کے نام سے غلط موسوم کردی۔ لارڈ نر اپنی کتاب کی جلد ۴ کے صفحہ ۳۲۳ پر لکھتے ہیں کہ مکاشفات یوحنا پرانے سُریانی ترجمہ میں شامل نہیں۔

یہوداہ کا خط مجموعہ کتب عہد جدید میں خطوط یوحنا اور مکاشفات یوحنا کے درمیان یہوداہ کا جو ایک خط درج کر دیا گیا ہے اس سے بکثرت مسیحی علمائے متقدمین کو انکار رہا ہے۔ گروٹیس کا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ یہ اُس یہوداہ کا خط ہے جو اورین کے عہد میں یروسلم کا پندرھواں اسقف تھا۔ بائبل کے حصہ عہد جدید کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس نوع کی کتابیں زمانہ دراز تک مجموعہ میں شامل نہیں کی گئیں یعنی جب تک کہ ان کتابوں کے معتبر یا نامعتبر ہونے کے متعلق تحقیقات بہ آسانی کی جاسکتی تھی اس وقت تک تو یہ بائبل میں شامل نہ کی گئیں اور کئی سو برس بعد جب اس قسم کی تحقیقات کا زمانہ گذر گیا اور ان کی صحت یا عدم صحت کی کیفیت کا دریافت کرنا ناممکن ہوگیا اس وقت یہ کتابیں یک بیک بائبل میں شامل کرلی گئیں۔

کیا یہ کتابیں الہامی ہیں؟ ریس کی سائیکلوپیڈیا کی جلد ۱۹ میں عیسائی نقطۂ نظر سے اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور صاف طور پر لکھدیا گیا ہے کہ لوگوں نے کتب مقدسہ کے تمامہا الہامی ہونے کی نسبت بہت کچھ گفتگو کی ہے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اِن کتابوں کے مؤلفین کے افعال اور ان کی تحریروں میں غلطیاں بھی ہیں اور اختلافات بھی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حواری بھی آپس میں ایک دوسرے کو صاحب وحی نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ یروسلم کی کونسل میں آپس کی چھیڑ چھاڑ اور پولوس کے پطرس پر الزامات لگانے سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ پھر اس امر کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ قدیم زمانے کے عیسائیوں کا خیال ان لوگوں کے متعلق یہ تھا کہ یہ لوگ خطا سے خالی نہیں اور بعض صورتوں میں ان کے حرکات وسکنات پر روک ٹوک بھی ہوئی ہے۔ بحث مذکورہ میں ایک فقرہ یہ بھی درج ہے کہ: "ہم نہیں پاتے کہ حواری لوگ ایسے طور پر

گفتگو شروع کرتے ہوں جیسے پیغمبر شروع کرتے تھے کہ وہ خدا کی طرف سے بولتے تھے"۔ اس کے بعد سائیکلوپیڈیا مذکور میں لکھا ہے کہ:۔"میکانس نے اس ہوشیاری اور بیدار مغزی سے جو کہ اس عظیم مقصد کے لئے ضروری تھی طرفین کے دلائل کو تولکر اس مسئلہ کا یہ فیصلہ کیا ہے کہ نامجات کے لئے تو الہام البتہ مفید ہے لیکن تاریخی کتابوں کے لئے جیسے کہ اناجیل اور اعمال ہیں اگر الہام سے بالکل قطع نظر کر لی جائے تو کچھ نقصان نہیں بلکہ کچھ فائدہ ہی ہوگا۔ اگر تاریخی معاملات میں حواریوں کی گواہی صرف دیگر انسانوں کی گواہی کی طرح مانی جاوے جیسا کہ مسیح نے یوحنا باب ۱۵ آیہ ۲۷ میں کہا ہے" جس آیہ کی جانب یہاں اشارہ کیا گیا ہے وہ اور اس سے اوپر کی آیت یہ ہے:۔

"۲۶۔ پر جب کہ وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے آوے تو وہ میرے لئے گواہی دیگا۔

۲۷۔ اور تم بھی گواہی دوگے اور کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو" (یوحنا۔ باب ۱۵)

مندرجہ بالا آیہ ۲۶ وہی معرکۃ الآرا آیت ہے جس پر مسلمانوں اور عیسائیوں میں بڑے زور و شور کی بحثیں رہی ہیں۔ مسلمان محققین کا فیصلہ ہے کہ اس آیت میں "تسلی دینے والا" غلط ترجمہ ہے یا تو ترجمہ میں غلطی کی گئی ہے یا دیدہ و دانستہ یہاں تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ اصل لفظ فارقلیت ہے جس کا صحیح ترجمہ "ستودہ صفات" یعنے احمد و محمد ہے اور یہ پیشنگوئی نبی آخرالزمان کی شان میں کی گئی ہے۔ مگر اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو انشاء اللہ الحاق و تحریف کی بحث میں آئے گی۔

بعد کی آیت یعنی مندرجہ بالا آیہ ۲۷ کے سلسلہ میں اس امر کی جانب اشارہ کر دینا یہاں نامناسب نہ ہوگا کہ بعض معقول پسند اور سمجھدار عیسائیوں کے نزدیک بھی اناجیل مروجہ حواریوں یا حواریوں کے شاگردوں کی لکھی ہوئی صرف تاریخی کتابیں ہیں۔ اور اس سے زیادہ وقعت کی وہ مستحق نہیں۔ اور مسلمانوں کا اس بارہ میں کہنا یہ ہے کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو وحی کے ذریعہ سے رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور ہم تک بلاکسی تغیر و تبدل اور بلاکسی کمی و بیشی کے پہنچا لیکن موجودہ انجیل اس قسم کا کلام نہیں ہے یہ انجیل نہ وہ کلام الٰہی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر حق تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا ہو اور ہم تک بلا تغیر و تبدل اپنی اصلی صورت میں پہنچا ہو۔ نہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہے، نہ آپ کی دیکھی ہوی اور تصدیق کی ہوئی کوئی کتاب ہے۔ بلکہ یہ محض حواریوں اور ان کے شاگردوں کے ملفوظات ہیں اور وہ بھی بگڑی ہوی اور مسخ شدہ صورتوں میں۔ ان حالات میں انجیل مروجہ کا قرآن پاک سے کوئی مقابلہ نہیں کیونکہ احادیث کی صحت کا جو اہتمام مسلمانوں نے آج تک رکھا ہے اور احادیث کی صحت و عدم صحت اور صحت کے مختلف مدارج کے تعین میں جو کوشش بلیغ انہوں نے کی ہے اور اصول روایت و درایت کی تدوین میں جس کمال کا ان سے اظہار ہوا ہے اس کی نظیر دنیا کی کسی دوسرے قوم نے آج تک پیش نہیں کی۔ ہاں اس انجیل کا موازنہ بزرگوں کے ملفوظات سے ہو سکتا ہے مگر اس موازنہ کے بعد بھی مشکل ہے کہ عہد جدید کی کتابوں کا پلہ بھاری نکلے۔ اس مسئلہ پر بھی تفصیلی بحث کا موقع اسی سلسلہ مضامین میں آگے چل کر آئے گا۔

باقی۔

مسلم ریویو

یہ نہایت درجہ مبارک مفید اور بیحد معلومات سے لبریز ماہانہ رسالہ ہے جو زبان انگریزی میں لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے علماء اسلام و مشاہیر عالم کے پرمغز اور مدلل تحقیقات جدیدہ سے مرصع اور مقبول خاص و عام مضامین عین وقت پر شائع کئے جاتے ہیں مغربی دنیا میں اس کے مضامین نے شمع ہدایت کا کام کیا ہے اور ہزاروں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے یورپ امریکہ اور انگلستان کے کتب خانوں میں اور نادار طالبان حق اور غیر مسلم حضرات کو مفت ہزاروں کی تعداد میں ماہانہ دیا جاتا ہے۔ فرق اسلامیہ کے اختلافات میں اپنا دامن بچا کر دور جدید کے پیغمبر (ص) کا یہ ہم نوا نہیں نہ ان کی امت سے اس کو تعرض ہے۔ اسکی سرپرستی کرنا اور اس کو کثیر الاشاعت بنانا بلحاظ فرقہ سب مسلمانوں کا دینی فرض ہے قیمت سالانہ صرف عہ ماہوار (للعہ) پتہ منیجر مسلم ریویو ۱ کمینگ اسٹریٹ لکھنؤ۔ (یوپی)